

مسلم دنیا کے فیمنسٹ اہل فکر: فاطمہ مرنیسی کے افکار کا تنقیدی مطالعہ

Feminist Thinkers of the Muslim World: A Critical Study of the Thoughts of Fatima Mernissi

Rahma Arshad Mughal

*Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, Govt. Sadiq College
Women University, Punjab, Pakistan*

Dr Hafiza Bareera Hameed

*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt. Sadiq College
Women University, Punjab, Pakistan*

Abstract

Fatima Mernissi is regarded as one of the most prominent intellectual figures among Muslim women who sought to reinterpret the relationship between Islamic tradition, gender equality, and female identity from a fresh and critical perspective. Her writings are not limited to advocating for women's rights; rather, they offer a critical examination of Islamic history, Hadith, and social structures to demonstrate that gender-based discrimination stems not from the original spirit of religious texts, but from patriarchal interpretations imposed over time. Mernissi's feminist interpretations reflect her commitment to *ijtihad* (independent reasoning), historical consciousness, and a renewed understanding of Qur'anic principles. This study aims to critically analyze her thought to assess whether her interpretations provide a constructive foundation for Islamic feminism or merely reflect the influence of Western ideologies.

Keywords: Islamic tradition, Quranic principles, Islamic Feminism, Western ideologies, Historical consciousness, social structures, Gender equality

تمہید

فاطمہ مرنیسی (Fatima Mernissi) مسلم دنیا کی ان ممتاز مفکر خواتین میں شمار ہوتی ہیں جنہوں نے اسلامی روایت، صنفی مساوات اور نسوانی شناخت کے باہمی تعلق کو نئے انداز سے سمجھنے کی کوشش کی۔ ان کی تحریریں محض نسائی حقوق کی وکالت تک محدود نہیں بلکہ اسلامی تاریخ، حدیث، اور سماجی ڈھانچے پر ایک تنقیدی نظر ڈالتی ہیں تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ صنفی امتیاز محض مذہبی متون کی اصل روح سے نہیں بلکہ ان کی پدر شاہی تعبیرات سے پیدا ہوا ہے۔ مرنیسی کی فیمنسٹ تعبیرات خاص طور پر ان کے اجتہادی رجحان، تاریخی شعور اور قرآنی اصولوں کے نئے فہم کی عکاس ہیں۔ زیر نظر مطالعہ میں ان کی فکر کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا تاکہ یہ پرکھا جاسکے کہ آیا ان کی تعبیرات اسلامی نسوانیت کے لیے ایک تعمیری بنیاد فراہم کرتی ہیں یا مغربی نظریات کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔

فاطمہ مرنیسی (1940-2015) کا تعارف



فاطمہ 1940 میں فاس (مراکش) میں پیدا ہوئیں۔ ان کا خاندان خوشحال تھا؛ اور وہ دو مشترکہ خاندانوں کے درمیان پلی بڑھیں، جہاں انہیں عورتوں اور خادماؤں کے جھرمٹ نے گھیر رکھا تھا۔ لیکن جس حرم میں وہ محدود تھیں، وہ ان کے لیے گھٹن زدہ تھا۔ اگرچہ ان کی نانی اور والدہ دونوں ناخواندہ تھیں، پھر بھی انہیں اسکول جانے کی ترغیب دی گئی۔ بعد ازاں، انہوں نے رباط کی محمد پنجم یونیورسٹی میں سوشیالوجی (معاشرتیات) کی تعلیم حاصل کی۔ سوربون (فرانس) میں کچھ عرصہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد، انہوں نے امریکہ کی برینڈلز یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پھر وہ مراکش واپس آئیں، محمد پنجم یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض انجام دیے، اور سماجی و سیاسی اصلاحات پر کام شروع کیا جو ان کی زندگی کا ایک دیرینہ جذبہ رہا۔ فاطمہ اپنی ذات میں ایک مکمل شخصیت تھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو وہ خواتین کے امور پر کام چھوڑ چکی تھیں۔ اس کے بجائے وہ یہ دیکھنے میں مصروف تھیں کہ ٹیکنالوجی کس طرح مراکش اور وسیع تر عرب دنیا کو تبدیل کر رہی ہے۔ وہ دنیا بھر کے رسالے باقاعدگی سے پڑھتی تھیں، جن میں The Economist، الاہرام اور عربی کی تمام خواتین سے متعلق رسائل شامل تھے، تاکہ یہ جان سکیں کہ معاشرہ کس تیزی سے بدل رہا ہے۔ وہ ہمیشہ مجھ سے مغرب میں ابھرنے والے نئے رجحانات سے متعلق کتابیں منگوانے کو کہتی تھیں، اور انہیں بخوبی معلوم ہوتا تھا کہ کون سی کتاب درکار ہے۔¹

سوانح حیات اور سیاق و سباق

ایک ایسی اسکالر کو خراج تحسین کیسے پیش کیا جائے جسے "انقلابی علمی کام" پیش کرنے والی قرار دیا گیا ہو،² جسے "سپر اسٹار" کہا گیا ہو³ اور جو ایک "شاندار فلسفی، تخلیقی ذہن، اور ہمارے دور کی سب سے اہم نسائی مفکر اور مسلم دانشوروں میں سے ایک" سمجھی جاتی ہو؟⁴ یہ تمام تعریفی کلمات بین الاقوامی سطح پر معروف اسکالر اور مصنفہ فاطمہ مرینسی کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ وہ عالمی نسائی مباحث میں ایک علامتی حیثیت رکھتی ہیں اور اسلامی نسائیت کے ظہور میں ایک کلیدی شخصیت کے طور پر پہچانی جاتی ہیں۔⁵ مراکش کی یہ فیمنسٹ اور ماہر عمرانیات، جن کی پیدائش 1940 میں فاس شہر میں ہوئی اور جن کا انتقال 30 نومبر 2015 کو رباط میں ہوا، ایک متوسط طبقے کے گھرانے میں پروان چڑھیں اور لڑکیوں کے لیے قائم ہونے والے پہلے قومی اسکول میں تعلیم حاصل کرنے والی پہلی نسل کا حصہ تھیں۔⁶ مرینسی کا مقصد یہ تھا کہ مسلم خواتین کی آواز دنیا بھر میں سنائی دے صرف ایک محقق کے طور پر نہیں بلکہ ایک کارکن کے طور پر بھی۔⁷ 1980 کی دہائی میں وہ محمد پنجم یونیورسٹی، رباط میں عمرانیات کی پروفیسر بنیں۔ اس سے قبل انہوں نے پیرس کی سوربون یونیورسٹی سے سیاسیات کی تعلیم حاصل کی اور بعد ازاں امریکہ کی برینڈلز یونیورسٹی سے عمرانیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اگرچہ فاطمہ مرینسی عموماً فرانسیسی اور انگریزی میں لکھتی تھیں، تاہم ان کی کتابوں کا ترجمہ تیس سے زائد زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔⁸ 2003ء میں، مرینسی کو امریکی مصنفہ سوزن سونٹاک کے ہمراہ "پرنس آف آسٹوریا ایوارڈ" سے نوازا گیا۔ اس اعزاز کی بنیاد یہ تھی کہ ان دونوں نے مختلف اصناف میں ایسے ادبی کام پیش کیے جو جمالیاتی لحاظ سے اعلیٰ معیار کے حامل تھے اور ہمارے عہد کے بنیادی مسائل کو گہرے فکری انداز میں پیش کرتے ہیں۔ یہ دونوں شخصیات تہذیبوں کے درمیان مکالمے میں تعمیلی نقطہ نظر فراہم کرتی ہیں۔⁹ انہوں نے علمی ورثے کا ایک قیمتی خزانہ عطا کیا، اور ان کی وفات پر کئی اسکالرز اور ان کے مداحوں نے افسوس کا اظہار کیا۔¹⁰

تعلیم

فاطمہ مرینسی ایک متوسط طبقے کے خاندان میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم ایک ایسے قرآنک اسکول میں حاصل کی جو قوم پرست تحریک کے تحت قائم کیا گیا تھا، جبکہ ثانوی تعلیم ایک لڑکیوں کے لیے مخصوص اسکول میں حاصل کی، جسے فرانسیسی نوآبادیاتی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ 1957 میں انہوں نے سوربون یونیورسٹی اور پھر برینڈلز یونیورسٹی میں سیاسیات کی تعلیم حاصل کی، جہاں سے انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں وہ محمد پنجم یونیورسٹی واپس آئیں اور 1974 سے 1981 تک Faculté des Lettres میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ وہ تحقیقاتی طریقہ کار، خاندانی عمرانیات، اور نفسیاتی عمرانیات جیسے موضوعات پڑھاتی رہیں۔ انہیں عالمی سطح پر بالخصوص اسلامی نسویت کی علمبردار کے طور پر شہرت حاصل ہوئی۔ اسلامی نسوانیت کی علمبردار کے طور پر مرینسی کا بنیادی محور اسلام میں عورتوں کا مقام تھا۔ انہوں نے اسلامی فکر کی تاریخی ترقی اور اس کی جدید تعبیرات کا گہرا تجزیہ کیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے نظام کے مطالعے کے ذریعے انہوں نے بعض احادیث کی صحت پر سوالات اٹھائے، جن کی بنیاد پر عورتوں کی اطاعت یا کمتر حیثیت کو جواز دیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ احادیث اسلام میں عورتوں کی پسماندگی کا سبب تو نہیں، لیکن قرآن میں ایسا نہیں پایا جاتا۔ بطور ماہر عمرانیات، مرینسی نے بنیادی طور پر مراکش میں فیلڈ ورک کیا۔ 1970 کی دہائی کے اواخر اور 1980 کی دہائی کے اوائل میں انہوں نے کئی بار انٹرویوز کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کی کہ خواتین اور کام کے بارے میں سماجی رجحانات کیا ہیں۔ انہوں نے یونیسکو (UNESCO) اور انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (ILO) کے لیے نیز مراکش حکام کے لیے بھی عمرانی تحقیق کی۔

1970 اور 1980 کی دہائیوں میں وہ متعدد درساں اور جراند میں مراکش میں خواتین اور اسلام میں خواتین کے موضوعات پر تاریخی اور عصری تناظر میں مضامین لکھتی رہیں۔ 2003ء میں، فاطمہ مرینیسی کو سوسن سونٹاگ (Susan Sontag) کے ہمراہ Prince of Asturias Award سے نوازا گیا۔ فاطمہ مرینیسی رباط کی محمد پنجم یونیورسٹی میں لیکچرار تھیں اور اسی شہر میں Research University Institute for Scientific میں محقق کے طور پر بھی خدمات انجام دیتی رہیں۔¹¹ مرینیسی کو تبدیلی سے گہری امیدیں وابستہ تھیں، اور وہ اس امید کی روح کو 1990 کی دہائی سے نوجوانوں میں ابھرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ یہی امید ان کے تمام کام کا مرکز رہی۔ ایک ایسی امید جو روشن ماضی، یادداشت، سرحدوں کے عبور، اور روحانی خانہ بدوشی میں جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ مرینیسی اسلامی فیمنسزم، صنفی مساوات اور انسانی وقار کی ایک علمی ہیرو تھیں، جیسا کہ ایک عورت کی نظر سے دیکھا گیا۔ اور آنے والی نسلوں کے لیے وہ ایسی ہی رہیں گی۔ یہ مختصر خراج عقیدت ایک غیر مستقیم شاگرد کی طرف سے ایک عظیم اسکالر کو پیش کیا جا رہا ہے۔ مرینیسی نے سمجھنے کے لیے سرحدیں عبور کیں۔ انہوں نے خود کو اور اپنی روایت کو ایک وسیع تر انسانی شعور کو اپنانے کے لیے چیلنج کیا۔ ان کی نیم حقیقی نانی "یا سمینا" جن کا ذکر ان کی ناولوں میں ملتا ہے، ان کے لیے ایک تحریک کا ذریعہ تھیں۔ جس حرم کی وہ عکاسی کرتی ہیں، وہ بظاہر ایک جسمانی قید خانہ ہے، لیکن اس قید میں موجود خواتین کے کردار طاقتور، مضبوط اور متاثر کن ہیں۔ یا سمینا ننھی فاطمہ کو تلقین کرتی ہیں کہ وہ سفر کرے، دنیا کو دیکھے اور خدا کے عجائبات کو پہچانے۔ یہ الہام یا سمینا نے صوفیاء سے حاصل کیا۔ یہی بات مرینیسی نے، دیگر باتوں کے ساتھ، اپنی کتاب *Scheherazade Goes West: Different Cultures, Different Harems* (2001) میں بیان کی ہے۔

مرینیسی ایک خانہ بدوش بن کر رہیں۔ جیسا کہ یا سمینا نے انہیں شہزاد کی ہزار و ایک رات کی کہانی سناتے ہوئے مشورہ دیا تھا۔¹² قرون وسطیٰ کا روحانی شہر فاس اور 1940 کی دہائی کا خاندانی حرم بظاہر ایک بند روایت نظر آتا ہے، لیکن درحقیقت یہ مختلف خواتین کی آوازوں کے تاریخی بیانیوں اور فکری آوارگی کے لیے کھلا ہوا ہے، جو اپنی خواہوں کو بیرونی دنیا تک پہنچاتی ہیں۔ یہ خواب پچیس زبانوں میں ترجمہ ہوتے ہیں، جو حرم کو ایک مختلف مفہوم عطا کرتے ہیں۔ ان سب کو وہ اپنی دلچسپ (نیم سوانحی) ناول *Dreams of Trespass* (1994) میں بیان کرتی ہیں۔¹³ مرینیسی کا پہلا اہم کام *Beyond the Veil: Male-Female Dynamics in a Muslim Society* (1975) میں شائع ہوا؛ بعد ازاں اس میں متعدد بار نظر ثانی کی گئی۔ یہ کتاب عرب، مسلم اور بحیرہ روم کے خطے میں خواتین سے متعلق سماجی و انسانیاتی مطالعے کا ایک کلاسیکی متن بن چکی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن اسلام کی رائج غیر مساوی اور عورت مخالف تشریحات پر شدید تنقید کرتا ہے۔ اپنے کیریئر کے آغاز میں مرینیسی کو اس موقف کے باعث قدامت پسند اشرافیہ کی جانب سے سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم بعد کے برسوں میں، جب انہوں نے مزید سماجیاتی اور دینی مطالعے کیے، تو وہ اپنے خیالات کو خود اسلامی روایت کی بنیاد پر واضح کرنے لگیں، تاکہ وہ پدر شاہی اور ثقافتی عناصر بے نقاب کیے جاسکیں جنہوں نے اسلامی پیغام اور مرد و عورت کے تصور کو بوجھل بنا دیا ہے۔ مرینیسی بعض احادیث نبوی ﷺ کی روایت پر تنقید کرتی ہیں اور ان کی اتھارٹی پر سوال اٹھاتی ہیں، خاص طور پر جب وہ ان احادیث کو اُس اسلامی پیغام سے متصادم پاتی ہیں جو ان کے نزدیک مرد و عورت کے درمیان مکمل وجودی مساوات (ontological equality) کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ اسلام کے "دوسرے پیغام" یعنی مساوات اور انصاف کو بازیافت کرنے کا خواب دیکھتی ہیں۔ کتاب کے دیباچے میں وہ لکھتی ہیں:

"یہ ایک تضاد ہے، اور عام خیال کے برخلاف، کہ اسلام عورت کی فطری کمتر حیثیت کا نظریہ پیش نہیں کرتا۔ بلکہ، اس کے برعکس، وہ دونوں جنسوں کے مابین ممکنہ مساوات کی تصدیق کرتا ہے۔"¹⁴

تقابلی طور پر، مریسی نے مغربی نسوانیت (فیمینزم)، اس کے تاریخی پس منظر، اس کی موجودہ ترجیحات اور اسلامی دنیا میں خواتین کی آزادی کی تاریخ اور کردار کو نظر انداز کیے جانے پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ اُن کے مطابق مغرب میں بھی "حرم" کا ایک اپنا تصور موجود رہا ہے، جس کی بنیاد عورت کی وجودی کمتر حیثیت پر رکھی گئی۔ درج ذیل طویل اقتباس اُن کے اس موقف کو واضح کرتا ہے، جو خاص طور پر مغربی فیمینسٹ مفکرین کے لیے شاید سادہ یا سطحی معلوم ہو:

"مغربی ثقافت میں جنسی عدم مساوات کا انحصار عورت کی حیاتیاتی کمتر حیثیت پر یقین پر ہے۔ یہی بات مغرب میں خواتین کی آزادی کی تحریکوں کے کچھ پہلوؤں کی وضاحت کرتی ہے۔ مثلاً یہ کہ یہ تحریکیں تقریباً ہمیشہ عورتوں کی قیادت میں ہوتی ہیں، ان کا اثر اکثر سطحی ہوتا ہے، اور وہ اس ثقافت میں مرد و زن کے تعلقات کو نمایاں طور پر بدلنے میں ناکام رہی ہیں۔ اسلام میں عورت کی کسی کمتر حیثیت پر یقین موجود نہیں۔ اس کے برعکس، پورا نظام اس مفروضے پر قائم ہے کہ عورت ایک طاقتور اور خطرناک ہستی ہے۔ تمام جنسی ادارے (کثرت ازدواج، طلاق، جنسی علیحدگی وغیرہ) اس کی طاقت کو قابو میں رکھنے کی حکمت عملی کے طور پر سمجھے جاسکتے ہیں۔ جبکہ مغرب میں عورتوں کی آزادی کا مرکز خود عورت اور اس کا مرد کے مساوی ہونے کا دعویٰ ہے، مسلم ممالک میں یہ آزادی زیادہ تر مرد و زن کے باہمی تعلق کی نوعیت پر مرکوز ہوگی، اور غالباً ایسی تحریک کی قیادت مرد و عورت دونوں مشترکہ طور پر کریں گے۔"¹⁵

علمی کام اور اسلامی نسوانیت (فیمینزم)

مریسی کے علمی کام ان کے سماجی اور ثقافتی پس منظر کی عکاسی کرتے ہیں، خاص طور پر اس حوالے سے کہ وہ اسلام، صنف، جنسیت، انسانی حقوق اور جمہوریت جیسے موضوعات کو مسلم اور عرب دنیا کے تناظر میں نظریاتی و تحقیقی انداز میں کیسے جانچتی ہیں۔ ان کی اسی علمی توجہ کے باعث وہ اسلامی نسوانیت کی بانی شخصیات میں شمار کی جانے لگیں، جنہوں نے "قرآن کی صنف شناس نئی تفسیر" سے گہرا تعلق جوڑا۔¹⁶ اگرچہ فاطمہ مریسی نے خود کو اسلامی نسوانیت پسند (Islamic Feminist) نہیں کہا، لیکن ان کا علمی کام اسلامی نسائی فکر کے میدان میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔¹⁷ مریسی کی پہلی کتاب اُن کے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے پر مبنی تھی اور اب ایک کلاسیکی حیثیت رکھتی ہے:

Beyond the Veil: Male-Female Dynamics in Modern Muslim Society (1987) پر دے

سے آگے: جدید مسلم معاشرے میں مرد و زن کے تعلقات)

اس کتاب میں وہ مشرقی اور مغربی معاشروں میں جنسیت اور صنفی نظریات کے مابین تقابلی تجزیہ پیش کرتی ہیں۔ مریسی کے مطابق اسلامی اور مغربی معاشروں میں جنسی ضابطوں کی مختلف شکلیں، عورت کی جنسیت کے بارے میں مختلف نظریات کا نتیجہ ہیں۔

اس نکتے کو واضح کرنے کے لیے وہ اسلامی عالم امام غزالی اور مغربی نفسیات دان سگمنڈ فرائڈ کے نظریات کا تقابل کرتی ہیں۔ ان کے تجزیے کے مطابق مشرقی معاشروں میں عورت کی جنسیت کو فعال (active) تصور کیا جاتا ہے، جبکہ مغرب میں اسے

عموماً غیر فعال (passive) سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ فعال عورت کی جنسیت مشرقی سماجی نظام کے لیے ایک خطرہ سمجھی جاتی ہے، اس لیے ایسی معاشریں اسے روایتی یا ثقافتی طریقوں جیسے کہ پردہ اور علیحدگی کے ذریعے بیرونی سطح پر کنٹرول کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔¹⁸

فاطمہ مرینسی کا علمی ورثہ منفرد ہے کیونکہ اس میں انفرادی، معاشرتی اور عالمی موضوعات کا احاطہ موجود ہے۔ ان کی انفرادیت اس میں بھی ہے کہ انہوں نے تصوف، کلاسیکی اسلام، حرم، جدیدیت اور محبت جیسے تصورات کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ خیالات کو پروکروپیش کرنے والی اس بلینج، متحرک اور شناسائے آواز نے کئی کتابیں چھوڑیں جو آج بھی قاری کو مسحور کر دیتی ہیں۔

مثال کے طور پر ان کی کتاب **Veil and the Male Elite – A Feminist Interpretation of Women's Rights in Islam (1987)** کو اسلامی مقدس متون یعنی قرآن و حدیث کی مردانہ تفاسیر میں چھپی عورت دشمنی کو بے نقاب کرنے والی پہلی اور شہکار کتاب قرار دیا جاتا ہے، اور یہ موضوع آج بھی نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ **Islam and**

Democracy: Fear of the Modern World (1993) میں مرینسی جذباتی اور لسانی بنیاد سے شروع کر کے اپنے دور کے بڑے سوالات اٹھاتی ہیں اور مسلم معاشرے کے فکری بحرانوں میں گہرائی سے اترتی ہیں۔ **Dreams of**

Trespass: Tales of a Harem Girlhood (1994) ایک نیم خودنوشت ناول ہے جس میں اسلامی نسویت، عرب قوم پرستی، فرانسیسی نوآبادیاتی اثرات کو روایت، جدیدیت اور بچپن کی سحر انگیزی کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ **The**

Forgotten Queens of Islam (1997) میں انہوں نے ان خواتین کی تاریخ سامنے لائی جنہوں نے اسلامی دنیا میں پدرشاہی نظام کے باوجود حکمرانی کی۔ **Scheherazade Goes West: Different Cultures, Different**

Harems 2002 میں وہ "حرم" کے تصور کا مشرق و مغرب میں موازنہ کرتی ہیں؛ جہاں مغرب میں یہ تصور عورت کی جنسی کمزوری اور مرد کی خدمت گزاری سے جوڑا جاتا ہے، وہیں مشرق میں یہ مرد و عورت کے درمیان طاقت کی جنگ کا میدان سمجھا

جاتا ہے۔ مرینسی نے عربی میں محبت کے مفاہیم کی تلاش بھی کی اور روحانیت کے عالمی نظام کو ایک روح دینے کے طور پر اختیار کیا۔ زندگی کے آخری بیس برسوں میں وہ بربر خواتین کی بنائی گئی دستکاری پر تحقیق کرتی رہیں اور انہیں ان کی ناخواندگی کے

باوجود اعلیٰ فنکار تسلیم کیا۔ ان کی علمی خدمات پر انہیں بے شمار اعزازات سے نوازا گیا۔ جن میں 2003ء کا "Prince Asturias Award for Literature" نمایاں ہے۔ 2011ء میں "The Guardian" نے انہیں دنیا کی 100 بااثر

خواتین میں شامل کیا۔ فاطمہ مرینسی کو ایک "انقلابی شہزادی"، "بلند پایہ دانشور"، "پرامن انقلابی" اور "عظیم سامع" کے طور پر جانا گیا، اور ان کی شخصیت ہر جگہ توجہ کا مرکز بنی رہی۔¹⁹ فاطمہ مرینسی کی تمام کتابیں اور مضامین زیادہ تر مغربی ممالک (یعنی

مغرب، یورپ اور امریکہ) میں شائع ہوئے، جن کا ہدف اکثر یورپی یا امریکی تعلیمی حلقے اور زیادہ تر غیر مسلم قارئین ہوتے تھے۔ تاہم، کچھ مسلم ممالک کی کمپنیوں اور فیمنسٹ تنظیموں نے بھی ان کے کام شائع کیے۔ مثلاً پاکستان میں سوشلسٹ۔

فیمنسٹ ادارہ **ASR Resource Centre for Women**، جو 1983 میں قائم ہوا، نے ان کی کتاب **The**

Forgotten Queens of Islam کا ایک نسخہ شائع کیا۔ اسی طرح، **Éditions le Fennec** نے 1990 میں اس کا فرانسیسی ترجمہ اور دیگر کئی کتابوں کے فرانسیسی و عربی نسخے شائع کیے۔ مرینسی نے کاسابلانکا کی معروف پبلشر لیلا شاونی

(**Layla Chaouni**) کو انسانی حقوق کی جدوجہد سے وابستہ قرار دیا اور ان کی مدد کو مقامی تحقیقی اداروں کی تحریروں اور

مجموعوں کی اشاعت میں کلیدی قرار دیا۔ فاطمہ مرینیسی اور ان کی تحریریں دنیا بھر میں معروف ہوئیں، اور انہیں بطور وزٹنگ اسکالر (visiting scholar) مدعو کیا جاتا رہا۔ انہوں نے بہت سے بین الاقوامی، علاقائی اور قومی سطح کے کانفرنسوں میں شرکت کی، جن کے موضوعات میں "عورت اور اسلام"، "مسلم دنیا میں خواتین کی صورت حال"، "ترقی"، "جمہوریت"، "سول سوسائٹی کی تشکیل"، "عالمگیریت"، "یورپ میں شمالی افریقی ہجرت" اور "عالمی ادب" جیسے موضوعات شامل تھے۔²⁰

اسلام اور صنفی مساوات

فاطمہ مرینیسی کا ماننا ہے کہ اسلام نے اصل میں خواتین کو مساوی حقوق فراہم کیے تھے، لیکن وقت کے ساتھ پدر شاہی نظام نے ان حقوق کو محدود کر دیا۔ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ اسلام کی اصل تعلیمات کو روایتی معاشرتی ڈھانچوں سے الگ کر کے سمجھنا ضروری ہے۔ مرینیسی کا یہ موقف کہ مسلم مرد بھی صنفی مساوات کے حامی ہو سکتے ہیں، دراصل اسلامی روایت اور اس کے علمی ورثے سے ان کی گہری واقفیت کا نتیجہ ہے، جو خواتین کے حقوق و فرائض کے لیے باقاعدہ جگہ مختص کرتا رہا ہے۔ وہ قانونی حقوق جو آج کے دور میں مسلم خواتین کو کمتر ظاہر کرتے ہیں، ماضی میں ایک خاص عہد میں کئی صدیوں تک ترقی یافتہ سمجھے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مرینیسی قرآن مجید میں بیان کردہ وجودی مساوات (ontological equality) کو نمایاں کرتی ہیں، جسے وہ آج مسلم اکثریتی معاشروں میں قانونی مساوات کے لیے ایک مضبوط بنیاد قرار دیتی ہیں۔ جہاں تک پردے کے مسئلے کا تعلق ہے، مرینیسی اس میں مردانہ اور پدر شاہی غلبہ دیکھتی ہیں جو آزادی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر، وہ پردے کو ایک سیاسی علامت کے طور پر دیکھتی ہیں۔ اپنی کتاب (Women's Rebellion and Islamic Memory 1996) میں وہ کہتی ہیں کہ عرب دنیا میں پردہ اخلاقی بنیادوں پر نہیں بلکہ سیاسی مقاصد کے تحت نافذ کیا گیا تاکہ عوام کو جمہوریت اور سماجی و سیاسی میدان میں شرکت کی آزادی جیسے مسائل اٹھانے سے باز رکھا جاسکے۔ ان کے مطابق پردہ "بنیادی طور پر ایک سیاسی عمل" ہے۔²¹ مرینیسی اس دلیل کے ذریعے یہ اشارہ دیتی ہیں کہ پردے کا رواج بیرونی کنٹرول کا نتیجہ ہے، اور یوں وہ پردہ کرنے والی خواتین، چاہے وہ مشرقی معاشروں کی ہوں یا غیر مشرقی، کی خود مختاری کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ یہ موقف خواتین کے پردہ کرنے کی وجوہات کو یکساں قرار دیتا ہے، اور ان کے انفرادی فیصلے اور محرکات کو تسلیم نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ ان کا نتیجہ "مغرب" اور "مشرق" کی ثنویت کو دوبارہ قائم کرتا ہے، جس کے تحت "مغرب" کو جدید اور ترقی یافتہ، جبکہ "مشرق" کو پسماندہ اور روایت پرست قرار دیا جاتا ہے، خاص طور پر صنفی مساوات اور جنسی آزادی جیسے معاملات میں۔ اس قسم کی دوئی کو ایڈورڈ سعید نے اپنی کتاب (Orientalism 2003) میں زیر بحث لایا ہے، جہاں وہ اس تنقیدی نکتہ کو اجاگر کرتے ہیں کہ:

"مغرب خود کو مشرق پر "مقاماتی برتری" حاصل ہونے کے دعوے کی بنیاد پر برتر سمجھتا ہے۔"²²

عورتوں کی جنسی آزادی

فاطمہ مرینیسی نے خواتین کی جنسی آزادی اور ان کے جسم پر اختیار کے موضوع پر بھی بات کی۔ ان کے مطابق، خواتین کی جسمانی آزادی پر پابندی معاشرتی کنٹرول کا ایک اہم ذریعہ ہے جسے مذہب اور ثقافت کے نام پر نافذ کیا جاتا ہے۔ امریکی نیشنل پبلک ریڈیو کو دیے گئے ایک انٹرویو (1993) میں مرینیسی نے کہا:

"کوئی بھی مجھے معذور نہیں کر سکتا اس کہہ کر کہ مجھے مسجد یا قرآن حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوئی اور میری

جگہ قرآن پڑھے یا مسجد جائے۔"²³

اس بات کو اجاگر کرتے ہوئے کہ مذہبی متون اور مقامات تک رسائی ایک مخصوص طبقے (مرد اشرافیہ) تک محدود ہے، مرینسی مذہبی میدان کو اپنی جنس کے لیے دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ساتھ ساتھ وہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ مذہب کو غلط تشریحات کے ذریعے باسانی مسخ کیا جاسکتا ہے۔ وہ مذہبی ذرائع جیسے قرآن اور احادیث (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال) کی دوبارہ جانچ پڑتال کرتی ہیں۔ اس عمل میں وہ روایتی اسلامی تجزیاتی طریقے استعمال کرتی ہیں، ان احادیث کو بے نقاب کرتی ہیں جو جھوٹی، مسلسل گردش کرنے والی اور عورت دشمن ہیں، اور اس غلط بیانی کو توڑتی ہیں جو اسلام کے نام پر عورتوں کو کمتر ثابت کرتی ہے۔²⁴ مرینسی اسلام کی ایک نسوانی (feminist) ازسرنو قراءت پیش کرتی ہیں اور یہ اجاگر کرتی ہیں کہ صنفی مساوات اور سماجی انصاف کا مطالبہ اسلام کا ایک اندرونی اور ساختیاتی جزو ہے۔ اس پیچیدہ اور بین الملومی کام میں، جو عموماً مذہبی علماء کا میدان سمجھا جاتا ہے، وہ اسلام کے "اصلی" پیغام کو دوبارہ تعبیر کرتی ہیں تاکہ اسے مردانہ بالادستی پر مبنی غلط تفسیروں اور استعمال سے آزاد کرایا جاسکے۔²⁵ علاوہ ازیں، قرآن اور احادیث کو ایک نسوانی زاویے سے پڑھتے ہوئے اور اسلام کو صنفی مساوات اور سماجی انصاف کا واضح حامی ظاہر کرتے ہوئے، مرینسی ان عمومی اور یکساں بیانیوں کو چیلنج کرتی ہیں جو اسلام کے بارے میں موجود ہیں وہ بیانیے جو میڈیا اور عوامی گفتگو میں غالب دکھائی دیتے ہیں اور جو اسلام کے جنس، انسانی حقوق، سماجی انصاف اور سیاست کے ساتھ تعلقات کو مخصوص سانچوں میں قید کر دیتے ہیں۔²⁶

اسلام اور جمہوریت

عرب دنیا میں خواتین کی امنگوں کے بارے میں برسوں کے میدانی مطالعے اور تجربے کے بعد، مرینسی نے اپنی کتاب "Islam and Democracy" اسلام اور جمہوریت، 2002؛ اصل فرانسیسی زبان میں 1992 میں لکھی گئی) میں لکھا کہ عربوں نے دو ایسے کام کیے ہیں جو کسی اور بڑی تہذیب نے نہیں کیے:

(1) ماضی یعنی اپنی یادداشت اور اس تک رسائی کا انکار۔

(2) نسوانیت کو چھپانا۔

یہ کتاب جنگی جنگ کے بعد سامنے آئی، جب اسلام اور جمہوریت، اسلام اور مغرب کے درمیان مباحثے زور پکڑ چکے تھے۔ اس کتاب میں مرینسی اسلامی فکر میں موجود کشمکش کو اس کے ابتدائی ادوار تک لے جاتی ہیں، خاص طور پر خوارج اور معتزلہ کے افکار کی روشنی میں۔ ان کے مطالعے کے مطابق خوارج کو "باغی اسلام" کے حامیوں کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے، جب کہ معتزلہ "عقلیت پسند روایت" کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مرینسی لکھتی ہیں کہ معتزلہ نے عقل کو زمین پر انسانی معاملات سے متعلق ہر پہلو میں استعمال کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے ایک بنیادی سوال اٹھایا:

"ہماری زمین پر موجودگی کا مقصد کیا ہے، اور ہمیں عقل جو آسمان کی طرف سے ایک حیرت انگیز تحفہ

ہے کو کس مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے؟"²⁷

مرینسی کے نزدیک معتزلہ نے اسلام کو حکمرانی اور عوام کے درمیان نئے تعلقات کا تصور قائم کرنے پر مجبور کیا سیاسیات اور روزمرہ زندگی دونوں میں جو مکالمے (جدلیات) پر مبنی تھے، اور ان کا فکری مزاج دراصل جمہوریت اور انسان دوستی (humanism) کی روح کی عکاسی کرتا ہے۔²⁸ تاہم مرینسی نے خود کو کہیں صراحتاً "نیو معتزلی" قرار نہیں دیا۔²⁹ خود کو نیو معتزلی کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اُس کا نقطہ نظر اسی سمت میں بڑھتا ہے اسلام کے "رسالہ / دوسرے پیغام" کو دوبارہ

حاصل کرنے کی کوشش میں، جو انسانی وقار اور سماجی انصاف کے دفاع پر مبنی ہے۔ قرآن کے پیغام کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُس میں بیان کردہ وجودی مساوات کو اُجاگر کیا جائے اور اُسے فرد اور معاشرے کی بھلائی کے لیے دوبارہ اپنایا جائے۔ "جنسی، نسلی یا سماجی حیثیت سے قطع نظر، انسانی فرد کی جمہوری عظمت ہی پیغامِ اسلام کا مرکز و محور ہے۔" ³⁰ مرنیسی کی امید اُن کے ارد گرد موجود لوگوں پر واضح تھی اُن کے طلبہ پر جو اب خود اسکا لبرن چکے ہیں اور اُن کی حوصلہ افزا شخصیت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور اُن کارکنوں پر جو مسلم معاشروں اور دنیا بھر کی کمیونٹیز میں خاندان اور خواتین کے حقوق کا دفاع کرتے ہیں جیسا کہ مسواہ (Musawah) جیسی بین الاقوامی تحریک، جو فروری 2009 میں قائم ہوئی اور جس کا صدر دفتر ملائیشیا میں ہے۔ رباط میں اس تحریک کی ایک ورکشاپ چند روز قبل منعقد ہوئی، جس میں مرنیسی اپنی صحت کی خرابی کے باعث شرکت نہ کر سکیں۔ یہ بیان اُن کے رجائیت پسندانہ رویے کا ترجمان ہے:

"عرب دنیا ایک نئی پرواز بھرنے والی ہے۔ اور وہ اس لیے پرواز بھرے گی کیونکہ ہر کوئی اور سب سے

بڑھ کر بنیاد پرست تبدیلی چاہتا ہے۔" ³¹

پدر شاہی اور مذہبی تشریحات

انہوں نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ اسلامی فقہ اور مذہبی متون کی تشریح میں مردانہ بالادستی کا کردار غالب رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن اور احادیث کی تشریحات کو دوبارہ جانچنے کی ضرورت ہے تاکہ خواتین کے حقوق کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے۔ اپنی کتاب " (The Veil and the Male Elite, 1991ء)" کے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں مرنیسی اس بات پر زور دیتی ہیں کہ جب انہوں نے یہ کتاب مکمل کی، تو انہیں ایک بات پر کوئی شک نہ رہا:

"اگر کچھ جدید مسلم مردوں کے لیے خواتین کے حقوق مسئلہ بنے ہوئے ہیں، تو اس کی وجہ نہ قرآن ہے، نہ نبی اکرم ﷺ، نہ ہی اسلامی روایت، بلکہ محض یہ کہ یہ حقوق مردانہ اشرافیہ کے مفادات سے ٹکراتے ہیں۔" ³²

ایک اور مضبوط تصدیق مرنیسی ان الفاظ میں کرتی ہیں:

"ہم مسلم خواتین فخر کے ساتھ جدید دنیا میں قدم رکھ سکتی ہیں، اس یقین کے ساتھ کہ وقار، جمہوریت، انسانی حقوق، اور اپنے ملک کے سیاسی و سماجی معاملات میں مکمل شرکت کی جو جدوجہد ہم کر رہی ہیں، وہ کسی درآمد شدہ مغربی اقدار سے نہیں، بلکہ خود اسلامی روایت کا حقیقی حصہ ہے۔" ³³

وہ اُن مسلمانوں پر تنقید کرتی ہیں جو آزادی اور مساوات کے دعووں کو مغرب سے منسوب کر کے محض ان کی مخالفت کے لیے، یا انہیں بیرونی قرار دے کر، یا روایت کو باہر سے جدید بنانے کے ارادے سے رد کرتے ہیں۔ وہ ایسے رویے کو روایت اور اپنے ماضی سے جہالت قرار دیتی ہیں۔ The Veil and the Male Elite: A Feminist Interpretation of

(1987 Women's Rights in Islam; 1991) میں وہ لکھتی ہیں:

"جو مرد یہ یقین رکھتا ہے کہ کوئی مسلم عورت اگر اپنی عزت نفس اور شہریت کے حق کے لیے جدوجہد کرتی ہے تو وہ لازماً اُمت سے خارج ہو جاتی ہے اور مغربی پروپیگنڈے کی ذہنی غلام بن چکی ہے، تو ایسا مرد درحقیقت اپنے مذہبی ورثے اور ثقافتی شناخت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ مسلم تاریخ کے عظیم اور حوصلہ

افزار یکارڈ، جو ہمیں ابن ہشام، ابن حجر، ابن سعد، اور طبری جیسے علما نے شاندار انداز میں فراہم کیے ہیں، اس سوچ کے برخلاف گواہی دیتے ہیں۔ ہم مسلم خواتین فخر کے ساتھ جدید دنیا میں داخل ہو سکتی ہیں، اس شعور کے ساتھ کہ عزت، جمہوریت، اور انسانی حقوق کی تلاش، اور اپنے ملک کے سیاسی و سماجی معاملات میں مکمل شرکت کا حق، کسی درآمد شدہ مغربی قدر پر مبنی نہیں، بلکہ اسلامی روایت کا ایک سچا اور اصلی حصہ ہے۔ مجھے اس پر یقین ہے، ان علما کی تحریریں پڑھنے کے بعد جن کا میں نے ذکر کیا اور بہت سے دوسرے علما کی بھی۔ ان کے کام مجھے اپنے مسلم ماضی پر فخر کرنے کے شواہد فراہم کرتے ہیں، اور جدید تہذیب کی بہترین عطاؤں یعنی انسانی حقوق اور مکمل شہریت کے شعور کو سرانہے کا جواز دیتے ہیں۔³⁴

خواتین کی قیادت اور سیاست

فاطمہ مرینسی نے اسلامی تاریخ کی ان شخصیات کو اجاگر کیا جو طاقتور سیاسی کردار ادا کرتی تھیں۔ جیسے کہ اُمہات المؤمنین یا دیگر مسلم خواتین حکمران۔ انہوں نے ان مثالوں کو استعمال کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام میں خواتین کی قیادت کو کبھی منع نہیں کیا گیا تھا۔ 1988ء میں پاکستان میں بے نظیر بھٹو کے وزیر اعظم منتخب ہونے کے بعد بعض مسلم قدامت پسند علما نے اس پر اعتراض کیا کہ ایک عورت کسی ملک کی قیادت کیسے کر سکتی ہے۔ مرینسی اس بات کو یقینی بنانا چاہتی تھیں کہ یہ رویہ محض ایک پدرانہ سوچ کا نتیجہ ہے، نہ کہ اسلامی تعلیمات کا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا اور "The Forgotten Queens of Islam 1993ء" کے عنوان سے ایک کتاب تحریر کی تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ ماضی میں مسلم خواتین اپنے معاشروں کے معاشی، سیاسی اور سماجی معاملات میں فعال کردار ادا کرتی رہی ہیں۔³⁵

جدیدیت اور اسلام

فاطمہ مرینسی نے اسلامی دنیا میں جدیدیت کے اثرات اور خواتین کے لیے ان کے نتائج پر تحقیق کی۔ وہ اس بات کی حامی تھیں کہ مسلم معاشرے جدیدیت کو اپناتے ہوئے اسلامی اصولوں کے تحت صنفی مساوات کو یقینی بنا سکتے ہیں۔ فاطمہ نے مسلم خواتین کو قرآن کی روشنی میں نسوانی نقطہ نظر فراہم کیا، اور اسلامی دلائل کو بنیاد بنا کر اپنے موقف کو پیش کیا۔ ان کا کام اس بات کی تحقیق کرنا ہے کہ اسلامی فکر و وقت کے ساتھ کیسے ترقی کرتی رہی ہے اور اس کا جدید دور میں کیا مطلب بنتا ہے۔ وہ اسلام کے خلاف نہیں تھیں، بلکہ اس سیاسی طاقت کے خلاف تھیں جو اسلام کے گرد قائم ہو گئی تھی۔ اگرچہ ان کا کام بعض اوقات متنازع سمجھا گیا، لیکن قرآن کے گہرے فہم کی بنا پر ناقدین بھی ان کے علم کا احترام کرتے تھے۔³⁶

وفات

فاطمہ مرینسی 30 نومبر 2015ء کو رباط میں وفات پا گئیں۔ وہ ایک ایسا فکری ورثہ چھوڑ گئی ہیں جو آنے والی نسلوں کے لیے ہمہ وقت باعث تحریک رہے گا۔ ان کے خیالات، وژن اور غیر معمولی اظہار و رابطے کی صلاحیت نہ صرف اہل علم بلکہ عام لوگوں کے دل و دماغ تک بھی پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں ان کی وفات نے ان کی زندگی کے پیغام کو ختم نہیں کیا۔ جس طرح سیمون دی بوا نے جنگ عظیم دوم کے بعد کی نسوانیت نے مغرب میں مساوات کے ایک نئے دور کا آغاز کیا، اسی طرح فاطمہ مرینسی نے جذباتی و لسانی بنیاد سے شروع ہو کر عرب و مسلم دنیا میں ایک نئے فکری دور کی بنیاد رکھی۔³⁷ امریکی اسکالر آمنہ وودو نے ان کے انتقال

پرفانسوس کا اظہار کرتے ہوئے انہیں "ہماری عظیم پیش روؤں میں سے ایک" قرار دیا۔ بہت سے لوگ انہیں اسلامی فیمنیزم اور انسانی وقار، مساوات اور سماجی انصاف کی جدوجہد میں اعتماد بخشنے والی شخصیت سمجھتے ہیں، خاص طور پر اُس وقت جب مغربی فیمنیزم یورو مرکزیت، مذہب دشمنی اور تیسری دنیا سے لاتعلقی کا شکار تھا۔³⁸

خلاصہ کلام

فاطمہ مرنیسی نے اپنے کام کے ذریعے اسلامی نسوانیت کو ایک فکری بنیاد فراہم کی اور خواتین کو اپنی مذہبی اور سماجی حیثیت پر سوال اٹھانے کی ترغیب دی۔ ان کے خیالات آج بھی مسلم دنیا میں خواتین کے حقوق اور صنفی مساوات کے مباحث میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ اور مسلم دنیا میں فاطمہ مرنیسی کے خیالات کو متنازع بھی سمجھا گیا۔ خاص طور پر ان کی کتاب "The Veil and the Male Elite" میں جو انہوں نے احادیث اور اسلامی تاریخ پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے لکھی۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ مغربی نظریات سے متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات کو غلط انداز میں پیش کرتی ہیں۔ مرنیسی نے اُن سماجی موضوعات پر تنقیدی انداز میں قلم اٹھایا جنہیں عموماً ممنوع سمجھا جاتا ہے، اور وہ وقت جب اسلامی نسوانیت (Islamic feminism) ابھی ابھر رہی تھی، یہ حیرت کی بات نہیں کہ ان کا کام وسیع پیمانے پر پڑھا گیا اور شدید تنقید کا نشانہ بھی بنا۔ مثال کے طور پر "The Veil and the Male Elite" کو مراکش اور دیگر ممالک میں اس کے "سنسی خیز" مواد کی بنا پر ممنوع قرار دیا گیا۔³⁹ تاہم ان کے حمایتیوں کا کہنا ہے کہ وہ ایک ترقی پسند اور متوازن نقطہ نظر پیش کرتی تھیں۔

حوالاجات

- ¹ <https://www.criticalmuslim.io/last-word-fatima-mernissi>
- ² Ursula Lindsey, The Legacy of Fatema Mernissi, Moroccan Feminist and Scholar, in: Al-Fanar Media, January 21, 2016.
- ³ Stuart Schaar, Last word: On Fatima Mernissi, in: Critical Muslim 18 (2016), 3
- ⁴ Sarah Eltantawi, Fatema Mernissi: A Woman for All Seasons, in: Newsweek Middle East, December 9, 2015
- ⁵ Pioneering Muslim feminist writer Fatima Mernissi dies, in: BBC News, November 30, 2015
- ⁶ Lindsey, The Legacy of Fatema Mernissi.
- ⁷ Art. Mernissi, Fatima, in: Oxford Islamic Studies Online
- ⁸ Suleman Taufiq, Icon of Arab feminism, in: Qantara.de, December 2, 2015
- ⁹ Fundación Princesa de Asturias, Fatema Mernissi, Prince of Asturias Award, has died, 30 November, 2015.
- ¹⁰ Lindsey, The Legacy of Fatema Mernissi
- ¹¹ https://www.goodreads.com/author/show/2792382.Fatema_Mernissi
- ¹² Mernissi, Scheherazade Goes West: Different Cultures, Different Harems (New York: Washington Square Press, 2001) I-3.
- ¹³ Mernissi, Rêves de femmes: contes d'enfances au harem [Dreams of Trespass: Tales of a Harem Girlhood] (France: Fennec, 1997).
- ¹⁴ Fatema Mernissi- Beyond the Veil: Male-Female Dynamics in a Modern Muslim Society- (Cambridge: Schenkman Publishing Co., 1975), 25-26
- ¹⁵ Mernissi, Beyond the Veil, Preface to the Western Reader, 14

- ¹⁶ Margot Badran, *Feminism in Islam. Secular and Religious Convergences*, Oxford 2009, p. 244.
- ¹⁷ Margot Badran, *Feminism in Islam*, p:244-246
- ¹⁸ 13. Fatima Mernissi, *Beyond the Veil. Male-Female Dynamics in Modern Muslim Society*, Bloomington, IN, 1987.
- ¹⁹ Fatima Sadiqi, Sidi Mohamed Ben Abdellah University, Morocco, January 2018
- ²⁰ "About Fatema", Fatima Mernissi, accessed March 25, 2022.
<https://Fatemamernissi.com>.
- ²¹ Mernissi- *Women's Rebellion and Islamic Memory-* (London and New Jersey: Zed Books, 1996), 11
- ²² Edward Said, *Orientalism*, London 2003.
- ²³ Mernissi / Gross, *Remembering Islamic Feminist Fatema Mernissi*.
- ²⁴ Margot Badran, *Feminism in Islam. Secular and Religious Convergences*, Oxford 2009, pp. 314–315.
- ²⁵ Mernissi, *The Veil and the Male Elite. A Feminist Interpretation of Women's Rights in Islam*, New York 1991.
- ²⁶ Haideh Moghissi, Introduction, in: Haideh Moghissi / Halleh Ghorashi (eds.), *Muslim diaspora in the west. Negotiating gender, home and belonging*, Farnham et al. 2010, pp. 1-10.
- ²⁷ Mernissi- *Islam and Democracy: Fear of the Modern World*, trans. Mary Jo Lakeland, 2nd ed.- (New York: Perseus Books Group and Basic Books, 2002), 32.
- ²⁸ Mernissi- *Islam and Democracy: Fear of the Modern World*, trans. Mary Jo Lakeland, 2nd ed.-, 32-33.
- ²⁹ Raja Rhouni- *Secular and Islamic Feminist Critiques in the Work of Fatima Mernissi-* (Leiden and Boston: Brill, 2010), 268.
- ³⁰ Mernissi- *Beyond the Veil-*, 16
- ³¹ Mernissi- *Islam and Democracy-*, 149
- ³² Mernissi- *The Veil and the Male Elite: a Feminist Interpretation of Women's Rights in Islam*, trans. Mary Jo Lakeland- (Cambridge, Perseus Books Publishing, 1991), 09.
- ³³ Mernissi- *The Veil and the Male Elite: a Feminist Interpretation of Women's Rights in Islam*, trans. Mary Jo Lakeland-, 08
- ³⁴ Mernissi- *The Veil and the Male Elite-*, 07-08
- ³⁵ Mernissi- *The Forgotten Queens of Islam-* (Minnesota: Polity Press, 1993), 1-5
- ³⁶ <https://brainandguts.nl/2023/03/08/fatima-mernissi>
- ³⁷ Fatima Sadiqi, Sidi Mohamed Ben Abdellah University, Morocco, January 2018
- ³⁸ Anitta Kynsilehto, ed. *Islamic Feminism: Current Perspectives* (Tampere: Tampere University and Tampere Peace Research Institute, 2008) 9-14.
- ³⁹ Raquel Evita Saraswati, Fatima Mernissi: going beyond the veil to fight misogynist interpretations of Islam, in: Aquila Style. *Modern Muslim Living*, October 16, 2014.